مابعد نو آبادیاتی تنقید: تعارف، دائرہ کار اور بنیادی تعقلات

Postcolonial Criticism: Introduction, Scope and Basic Concepts

محمد عامر سہیل، پی۔ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو اور مشرقی زبانیں، جامعہ سرگودھا

Muhammad Aamir Sohail, PhD Scholar, Deptt of Urdu, Sargodha University, Sargodha

Abstract

In postmodern criticism, postcolonial theory of criticism is the most popular on the contemporary literary scene. Postcolonial studies are generally considered to be incorrect in identifying superficial political, cultural and resistance attitudes. However, its scope and foundation is based on the ideas of post-colonial thinkers. This literary criticism theory is based on the identification of supportive, hostile and dualistic attitudes towards colonialism in literature. It is a style of study that recognizes colonial ideology. Claims of European centralism are exposed. It brings out the justifications and strategies for establishing and maintaining the colonial system. It clarifies the dominant and subjugated cultural forces in the colonial countries. Explores the political oppression behind colonial narratives. Post-colonial studies include post-colonial criticism. In post-colonial criticism, all kinds of cultural, cultural, religious, anthropological, political, economic and educational relations between the colonizer and the colonized are studied in the light of literary texts. The text is analyzed in terms of resistance, reconciliation, empowerment, support, opposition and dualism. Thus, we see the scope of post-colonial studies and its basic concepts are extensive. Only after having a better knowledge of this theory of criticism can a critic reach better results by making this theory of criticism more relevant. This paper post-colonial

theory. Criticism introduces, describes the scope and basic concepts.

Keywords:

Colonialism, Post Colonialism, Colonial Ideology, Euro-centricity, Decolonization, Colonial Narratives, Native Person, Cultural Studies.

کلیدی الفاظ: نو آبادیات، مابعد نو آبادیات، نو آبادیاتی نظریہ، ردنو آبادیات، مقامی آبادی، نو آباد کار، تہذیب کا مطالعہ

مابعد جدید تنقید میں مابعد نو آبادیاتی نظریہ تنقید معاصر ادبی منظر نامے پر سب سے زیادہ مقبول ہے۔ عمومی طور پر سرسری سیاسی، ثقافتی اور مزاحمتی رویوں کی شناخت کرنا مابعد نو آبادیاتی مطالعہ سمجھ لیا جاتا ہے۔ حالاں کہ اس کا دائرہ فکر اور بنیاد مابعد نو آبادیاتی نظریہ ساز مفکرین کے نظریات پہ قائم ہے۔ مابعد نو آبادیاتی فکر استعمار مخالف ہے۔ یہ ادبی تنقیدی نظریہ ادب میں موجود استعمار کے حوالے سے حمایتی، معاندانہ اور دوجذبی رویوں کی شناخت پر مبنی ہے۔ یہ ایک خاص طرز مطالعہ ہے جو کالونیل آئیڈیالوجی کو پہچانتا ہے۔ یورپی مرکزیت کے دعووں کو بے نقاب کرتا ہے۔ نو آبادیاتی نظام کے قیام و استحکام کے جواز اور حکمت عملیوں کو سامنے لاتا ہے۔ نو آبادیاتی ممالک میں غالب و مغلوب تہذیبی کش مکش کو واضح کرتا ہے۔ استعماری بیانیوں کے پیچھے سیاسی جبر کو دریافت کرتا ہے۔ مابعد نو آبادیاتی مطالعہ میں مابعد نو آبادیاتی تنقید شامل ہے۔ مابعد نو آبادیاتی تنقید میں استعمار کار اور استعمار زدہ میں ہر قسم کے تہذیبی، ثقافتی، مذہبی، بشریاتی، سیاسی، معاشی اور تعلیمی رشتے کا مطالعہ ادبی متون کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔ نیز ادبی متن کا جائزہ مزاحمت، مفاہمت، مرعوبیت، معاونت، مخالفت اور دوجذبیت کی صورتوں میں کیا جاتا ہے۔ یوں ہم دیکھتے ہیں مابعد نو آبادیاتی مطالعہ کا دائرہ کار اور اس کے بنیادی تعقلات وسعت آمیز ہیں۔ اس نظریہ تنقید سے مکمل جانکاری کے بعد ہی کوئی نقاد اس نظریہ تنقید کو زیادہ وقیع بنا کر بہتر نتائج تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ مقالہ مابعد نو آبادیاتی نظریہ تنقید کا تعارف، دائرہ کار اور بنیادی تعقلات کو بیان کرتا ہے۔]

مابعد نو آبادیات کو زبانی اعتبار سے وہ دور سمجھا جاتا ہے جب کوئی نو آبادیاتی ملک استعمار سے سیاسی و انتظامی آزادی حاصل کر لیتا ہے، اس وقت وہ مابعد نو آبادیاتی دور میں داخل ہو تا ہے۔ اس بات سے اتفاق ہے مگر مابعد نو آبادیات محض زمانی حدود میں قید نہیں بلکہ یہ فکر کا وہ مربوط نظام ہے جو نو آبادیاتی فکر، نو آبادیاتی آئیڈیالوجی، کالونیل ڈسکورس، نو آبادیاتی نظام کے قیام کے جواز اور یورپی مرکزیت جیسے بیانیوں کا رد کرتا ہے۔ پھر چاہیے یہ رد نو آبادیاتی عہد میں ہو یا مابعد نو آبادیاتی عہد میں۔ نو آبادیاتی عہد میں مغربی استعمار کے مقامیوں پر علمی، سیاسی، تہذیبی، ثقافتی، مذہبی، معاشی اور نفسیاتی اثرات استعمال سے مرعوبیت، اس کی معاونت، مخالفت، انجذاب اور دو جذبیت؛ مابعد نو آبادیاتی عہد میں باقیات نو آبادیات اور جدید نو آبادیاتی نظام / نیو امپیریلزم کے اثرات، اہداف، مقاصد کے علمی و ادبی مطالعے اور تجزیے کے بعد مقامی، ثقافتی شناخت کو ادب میں تلاش کرنے کے حوالے سے جو تنقیدی رویہ سامنے آیا اُسے ''مابعد نو آبادیاتی تنقید'' کہتے ہیں۔ مابعد نو آبادیاتی مطالعہ ان حکمت عملیوں، تدبیروں اور بیانیوں (ڈسکورس) کا رد تشکیلی مطالعہ ہے جن کے ذریعے نو آبادیاتی نظام قائم ہوا اور مقامی ثقافتی شناخت بری طرح مسخ ہوئی۔ مابعد نو آبادیاتی مطالعے کو سمجھنے کے لیے ناصر عباس نیر کی مثال قابلِ توجہ ہے:

> مابعد نو آبادیاتی تجزیہ یورپ کو نہیں، کولونیل ازم کو مرکز میں رکھتا ہے۔ یہ درست ہے کہ یورپ نے اسے اختیار کیا، مگر اختیار کرنے کا عمل ایک نئی تمثیل شروع کرنے کی مانند تھا۔ کولونیل ازم ایک نیا ڈراما تھا، جس کا اسکرپٹ یورپ نے لکھا اور جسے کھیلنے کے لیے ایشیا، افریقہ کی سرزمین کو منتخب کیا۔ ڈرامے کے مرکزی کردار یورپی تھے۔ تاہم کچھ معاون اور ضمنی کردار ایشیائی و افریقی تھے۔ مابعد نو آبادیاتی مطالعہ اس ڈرامے اور اس کے کرداروں کے باہمی رشتوں، واقعات، پلاٹ وغیرہ کا تفصیلی تجزیہ کرتا ہے۔(1)

گویا اس مطالعے میں نو آبادیاتی ممالک، استعمار کار، استعماری حکمت عملیاں، مقامی سیاسی و ادبی معاونین، مقامی باشندے، استعمار کار اور استعمار زدہ میں تعلق کی نوعیت، نو آبادیاتی عمل داری اور نو آبادیاتی اثرات شامل ہیں۔ نو آبادیاتی اثرات، نو آبادیاتی دور کے اختتام تک جاری رہے اور ہیں۔ جنھیں "باقیاتِ نو آبادیات" کہا جاتا ہے۔ مابعد نو آبادیاتی عہد میں نو آبادیاتی دور کے سیاسی و نفسیاتی اثرات جنھوں نے ادبی متون میں اپنا اظہار کیا ان کا مطالعہ / تجزیہ بھی 'مابعد نو آبادیات' کا حصہ ہے۔ کولونیل ازم ڈرامے کا 'اسکرپٹ' وہ بیانیے ہیں جو مغربی دانشوروں نے مشرق اور مغرب کو متضاد رکھ کر پیش کیے ہیں۔ مغرب و مشرق "دونوں کے درمیان فرق و اختلاف کو اقدار کے تثنیثی تخالف (Binary Opposition)یعنی اچھا/برا، مفید/غیر مفید، مثبت/ منفی، ترقی یافتہ/پس ماندہ، انسانی/ حیوانی میں تبدیل کر لیا جاتا ہے۔ جس میں ان جوڑوں(Pairs)میں فاتح سے منسوب ہر صفت کو اس کے غیر سے بہتر، برتر اور ترقی یافتہ قرار دیا جاتا ہے۔"(2)

مغرب کی مشرق پر برتری کے لیے جن دلائل اور جواز کو سامنے لایا گیا وہ جانبدارانہ اور تعصبانہ تھے۔ تاہم کالونیل آئیڈیالوجی کو استعمار نے کالونی (Colony)کے تمام اداروں میں پیوست کیا، یوں یہ ڈراما نیم کامیاب ٹھہرا۔ مابعد نو آبادیاتی مطالعہ کالونیل آئیڈیالوجی اور کالونیل ڈرامے کے 'اسکرپٹ' جسے یورپ نے لکھا، اسے رد کرتا ہے۔

مابعد نو آبادیات کے لیے پس نو آبادیات، بعد از نو آبادیات، مابعد نو آبادیاتی مطالعات اور اپنے مخصوص نئے انداز میں بعض ناقدین نے اسے باز نو آبادیات ایسی اصطلاحات سے یاد کیا ہے۔ مابعد نو آبادیات کے زاویے، جہات، جواز، رجحان، تقاضے اور بنیادی تعقلات اس قدر متنوع، وسعت آمیز اور پیچیدہ ہیں کہ انھیں کسی ایک تعریف میں قید نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس کی وسعت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اب "مفکرین نے اس کا تعلق معاشرے کی مجموعی صورت حال سے جوڑا ہے۔ قطع نظر اس بات کے کہ کوئی معاشرہ نو آبادیات کے تجربے سے گزرا ہے یا نہیں، معاشرے میں رائج استحصال کی صورتوں کے خلاف آواز اٹھانا اور ان کا شعور ہونا، طاقت کے مرکز کو چیلنج کرتے ہوئے حاشیے پر موجود نظر انداز کیے گئے وجود کو آواز عطا کرنا، مابعد نو آبادیات ہے۔"(3)

مابعد نو آبادیاتی مطالعات اور ان کا دائرہ کار بہت وسیع امکانات کا حامل ہے مگر بطور تنقیدی ڈسپلن اس کا امتیاز سرسری سماجی، سیاسی اور مزاحمتی مطالعے سے ضرور کیا جا سکتا ہے۔ مابعد نو آبادیاتی فکر کی اساس استعمار مخالف ہے۔ چوں کہ یہ استعماری عمل داری اور کالونیل آئیڈیالوجی کو قبول نہیں کرتی اس لیے اس وقت سے شروع ہوئی جب نو آبادیاتی نظام کو

مخالفت کا سامنا کرنا پڑا جبکہ ادبی متن کے طرزِ مطالعہ کا یہ رجحان بیسویں صدی عیسویں کے آخری عشروں میں اس وقت سامنے آیا جب ایڈورڈ سعید نے ادبی متون کا مطالعہ کر کے اسے باقاعدہ تنقیدی تھیوری کے طور پر متعارف کروایا۔ بعد ازاں ہومی کے بھابھا، اقبال احمد، گائتری چکروتی، اعجاز احمد اور ان سے قبل فرانتز فینن کی تحریروں نے ادبی متون کے مابعد نو آبادیاتی مطالعہ کی راہ ہموار کی۔

ادبی متون کا سرسری سیاسی و سماجی مطالعہ، جو متن کے سطحی معنوں تک محدود رہے، ثقافتی مطالعہ جو متن سے ظاہر ہونے والے ثقافتی مظاہر کی محض نشان دہی کر کے، ادیب کے سیاسی، سماجی اور ثقافتی شعور کو نمایاں کرے، اس مطالعے سے بالکل الگ ہے جس میں متن کی دقتِ نظر سے قرات کے بعد تفہیم کا نو آبادیاتی سیاق، تعبیر کی نو آبادیاتی نفسیاتی جہت اور تجزیے کا مابعد نو آبادیاتی نظریہ سازوں کے نظریات میں زاویہ سامنے آئے۔ مابعد نو آبادیاتی مطالعہ، سیاسی و سماجی شعور کے تابع ضرور ہے مگر تفہیم و تعبیر کا وہ زاویہ ہے جو متن کی ظاہری ساخت سے داخلی ساخت تک، سطحی معنوں سے گہرے معنوں تک، سرسری انداز سے نفسیاتی جہت تک اور مصنف کے ان جذبات تک رسائی کا حامل ہے جو نو آبادیاتی اثرات سے متن سے ظاہر ہو رہے ہوں۔ مابعد نو آبادیاتی مطالعہ کالونیل آئیڈیالوجی، یورپی مرکزیت کے دعوؤں کی اصل، نو آبادیاتی نظام کے قیام و استحکام کے جواز کی اصلیت اور نو آبادیاتی عہد کی تہذیب و معاشرت، ثقافتی تفاعل و نفوذ اور نفسیاتی اثرات کو جانے بغیر ممکن ہی نہیں ورنہ یہ محض سماجی و سیاسی شعور کو اجاگر کرنے تک بھی بمشکل ٹھہر سکے:

> پسِ نو آبادیات ایک نہایت جامع اور پیچیدہ تصور اور تنقیدی طریقہ کار کی حیثیت سے پس ساختیات اور مابعد جدیدیت کی تھیوریز میں تقریباً ۱۹۹۰ء کے آس پاس شامل ہو گیا اس کی رو سے اس مغربی فکر و تہذیب کا بطلان کرنا تھا، جس کی تشکیل میں ارسطو، ڈیکارٹ کانٹ، ہیگل، مارکس یا پھر ہومر، دانتے، کولرج اور ٹی ایس ایلیٹ کی تحریروں کا نمایاں حصہ تھا اور ایک وجدانی تصور کی حیثیت سے الگ آفاقی اور عالمگیر شکل اختیار کر چکا تھا۔ پس نو آبادیاتی

> ادب اور تہذیب کسی بھی وجدانی فکر کے بالکل
> خلاف ہے کیوں کہ اس سے ادب اور دوسری
> سرگرمیوں میں جنسی، تہذیبی تشخص اور
> دوسرے چھوٹے چھوٹے مسائل دب جاتے
> ہیں اور اس کی جگہ (Imperialism) کا
> ڈسکورس حاوی ہو جاتا ہے۔(4)

ایڈورڈ سعید نے مستشرقین کی نو آبادیاتی فکر کا بطلان اپنی کتاب 'شرق شناسی' میں کیا۔ نو آباد کار نے نو آبادیاتی نظام کے قیام و استحکام کے لیے جو حکمت عملی اپنائی وہ 'شرق شناسی' کی تھی۔ یورپی نو آبادیات نے علم کو بطور طاقت استعمال کیا۔ وہ علم جو انھوں نے مشرق سے متعلق حاصل کر کے اسے بطور استعماری نظام کے قیام کے لیے ہتھیار بنایا۔ اس کا مطالعہ و تجزیہ ایڈورڈ سعید نے کر کے 'شرق شناسی' کی اصل منشا سے آگاہ کیا، تب سے اسے تنقیدی تھیوری کا درجہ حاصل ہوا۔ سعید نے شرق شناسوں کی خدمات کا جائزہ لے کر ان کی سیاسی چالوں اور مقاصد کو واضح کیا۔ مغربی مفکرین جن میں جاسن، سو تمیز نگ اور کانٹ (جس نے ہندوستان کی تاریخ کو جامد قرار دیا) شامل ہیں، نے اپنے مطالعات میں مختلف اقوام کو جغرافیائی ناموں سے یاد کر کے ان سے متعلق خصوصیات کا ذکر کیا۔ مثلاً امریکیوں کے لیے سُرخ، گرم مزاج جس میں تیزی ہو، یورپی لوگوں کے لیے مہذب، متمدن، ترقی یافتہ، اعلیٰ، برتر اور اصلاح کار جبکہ افریقی اور ایشیائی باشندوں کے لیے سست، کاہل، غیر مہذب، جاہل، گنوار، جھوٹے اور قابلِ اصلاح جیسی خصوصیات سے منسوب کیا۔ ان کا مطالعہ سعید نے اپنی کتاب (Orientalism) میں کیا۔ مستشرقین نے مشرق کے علوم، ان کی ثقافت، زبانوں اور علم و ادب کا حصول 'مشرقی مزاج' سمجھنے کے لیے کیا تا کہ انہیں سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کیا جا سکے۔ نو آباد کاروں نے 'مستشرقین' کی تحقیقات کی روشنی میں مقامی باشندے کو بتایا کہ ان کی تاریخ نہیں ہے، ان کا ادب ادبیت سے خالی، جھوٹ، مبالغہ اور لغویت کا شکار ہے، ان کی ثقافت مردہ ہو چکی ہے جو مغربی تہذیب و ثقافت سے کئی درجے کم تر ہے، وہ غیر متمدن ہیں، غیر مہذب ہیں، جاہل، سست اور کاہل ہیں۔ نیز نو آباد کار نے مقامی باشندوں کے ادب کا جائزہ نو آبادیاتی ذہنیت (مغربی شعریات) سے لیا، ادب کو اخلاقی زوال کا سبب قرار دیا، تاریخ کا مطالعہ کر کے ایسی تاریخ لکھی کہ مقامی ایسے ہیں جن کو آزاد نہیں چھوڑا جا سکتا، ان کی سرپرستی ضروری ہے۔ لہٰذا سرپرستی کی ذمہ داری مغرب / انگریزوں کے ذمے ہے، مقامی جاہل ہیں

اس لیے ان کے تعلیمی ادارے کھول کر نو آبادیاتی تعلیم دی گئی۔ مقامی غیر مہذب اور غیر متمدن ہیں۔ انہیں مہذب اور متمدن بنانے کے لیے یورپی ثقافت کی ضرورت ہے۔ اس جواز کے باعث نو آبادیوں پر استعماری کلچر مسلط کیا گیا۔ اس صورت حال میں مقامی باشندے کا ذہن ایسا بن گیا کہ واقعی اس کی تاریخ نہیں، اس کا ادب ادبیت سے خالی جھوٹ پر مبنی اور لغویت سے بھرا بد اخلاقی کا سبب ہے، مقامی ثقافت مغربی ثقافت سے نہ صرف کم تر ہے بلکہ اصلاح کی محتاج ہے، اور یہ اصلاح نو آباد کار کی نقل سے ممکن ہے، وہ غیر مہذب ہے اس لیے مغرب (انگریز) اس کے لیے باعث رحمت الٰہی ہے کہ وہ اسے مہذب بنانے آیا ہے۔ غرض جو جو استعمار کار نے مشرق شناسی کے ذریعے مفروضے تیار کیے، بیانیے وضع کیے ان کے مطابق مقامی باشندے کے ڈھلنے کی کوشش کی ہے۔ گویا اس نے استعماری بیانیوں کا سچ مان لیا۔

استعماری بیانیوں کی زد میں آکر اور کالونیل آئیڈیالوجی کے اثر سے مقامی باشندہ اپنی 'ثقافتی شناخت' گم کر بیٹھا۔ اب اسے نئی ثقافتی شناخت کی ضرورت محسوس ہوئی، جس کے لیے وہ یورپی ثقافت کو ماڈل سمجھنے لگا، یورپی ثقافت کی نقل سے اسے وہ نئی ثقافتی شناخت مکمل طور پر مل سکی نہ اپنی مقامی شناخت قائم رکھ سکا۔ آئیڈیل ثقافت نے اسے بیگانگی میں مبتلا کر دیا۔ نو آبادیاتی عہد کے اختتام کے بعد مقامی باشندہ دو ثقافتوں، دو تہذیبوں اور دو شناختوں کے درمیان معلق بن کر رہ گیا۔ ان دو ثقافتوں اور دو تہذیبوں میں ایک غالب دوسری مغلوب ہے۔ مابعد نو آبادیاتی مطالعہ سابقہ مقامی باشندہ کو اپنی ثقافت، ذاتی شناخت، مقامی اقدار اور ثقافت کی طرف لاتا ہے۔ مابعد نو آبادیاتی مطالعہ مقامی ثقافتی شناخت کی بازیافت ہے۔ یہ مطالعہ مقامی باشندہ خود کرے گا۔ جس سے اسے مقامی شناخت میسر آئے گی۔ یہ ادب کا نو آبادیاتی ثقافتی اثرات کے تحت مطالعہ ہے جو ادبی متن سے استعمار کار اور استعمار زدہ کے رشتے کی تلاش بھی ہے۔ سابقہ مقامی باشندہ جب اپنی مقامیت کا مطالعہ کرے تو اس کا ذہن 'نو آبادیاتی' نہیں ہوگا بلکہ وہ پہچانے گا کہ مقامی ادب اعلیٰ ادب ہے، مقامی تہذیب اپنے ثقافتی مظاہر کے باعث منفرد شناخت و امتیاز کی حامل ہے، مقامی اقدار اعلیٰ اقدار ہیں، اس کا حسبِ نسب اعلیٰ ہے۔ اس کے آباؤ اجداد ان مفروضوں کے مطابق نہیں جو استعمار نے وضع کیے، نیز مقامی نو آبادیاتی عہد سے قبل اپنی شناخت رکھتے ہیں۔ جب سابقہ مقامی باشندہ (سابقہ مقامی باشندہ اس لیے کہا ہے کہ اب وہی مابعد نو آبادیاتی فکر کا حامل ہے) اپنی مقامیت جس میں ادب، تاریخ، قانون، سیاست، تعلیم اور معیشت، ثقافت، تہذیب شامل ہے، کا ایسا مطالعہ کرے گا تو یورپ بطور کبیری بیانیہ نہیں رہے گا۔ یورپی ثقافت 'ماڈل ثقافت' کے درجے کی گر جائے گی۔ یورپی مرکزی 'لامرکزیت' کا شکار ہو جائے گی۔ بالآخر 'مشرق کی بازیافت' ہو گی۔ مقامی

باشندہ سمجھ جائے گا کہ یورپی مرکزیت، مہذب ہونے کے دعوے اصلاح کی ذمہ داری، نسلی و لسانی برتری، انسان دوستی کے نعرے صرف کہنے کی حد تک ہیں ان کا مقصد سوائے نو آبادیاتی صورتِ حال کے پُختہ کرنے کے علاوہ کچھ نہیں۔

مابعد نو آبادیاتی تنقید، مابعد نو آبادیاتی مطالعہ کا حصہ ہے۔ مابعد نو آبادیاتی مطالعہ سابقہ نو آبادیاتی ممالک کی تاریخ، ثقافت، نسلیات، نفسیات، تہذیب، زبان اور ادب کے علاوہ سیاست، مذہب، تعلیم، تمدن، اساطیر، روایات، اقدار اور معاشرت کا مطالعہ ہے، نو آبادکار نے انھیں کیسے متاثر کیا، اگر محض 'ادب' کا مطالعہ اس فکری سوچ کے ساتھ کریں کہ استعمار نے ادب کو کیسے متاثر کیا، نو آبادیاتی ادیبوں نے استعمار سے کونسا رویہ اختیار کیا، نیز ادب کے مقامی ثقافت کی شناخت کریں تو اسے 'مابعد نو آبادیاتی تنقید' کہیں گے۔ مابعد نو آبادیاتی مطالعہ تاریخی، مذہبی، عمرانی، نسلی، نفسیاتی اور بالخصوص ثقافتی طور پر ہو گا جب کہ مابعد نو آبادیاتی تنقید ان تمام مضمرات کا ادبی متن سے جائزہ لے گی۔ مابعد نو آبادیاتی تنقید ادب کو مرکز مان کر اس سے جملہ موضوعات سے مکالمہ کرے گی جس میں سیاست، معیشت، عمرانیات، بشریات، نفسیات، سماجیات، مذہب اور تہذیب و ثقافت سب شامل ہوں گی۔ مابعد نو آبادیاتی تنقید کے لیے شرط 'ادبی متن' کا مطالعہ / تجزیہ ہے۔ 'ردِ نو آبادیات' مابعد نو آبادیاتی تنقید کا جز ہے۔ مابعد نو آبادیاتی تنقید میں استعمار کار اور استعمار زدہ کے درمیان ہر قسم کے معاشی، ثقافتی، بشریاتی، تہذیبی، سیاسی، مذہبی اور تعلیمی رشتے کا مطالعہ ادبی متون کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔ نیز ادبی متن کا جائزہ مزاحمت، مفاہمت، مرعوبیت، معاونت، مخالفت اور دوجذبیت کی صورتوں میں لیا جاتا ہے۔ جبکہ 'ردِ نو آبادیاتی تنقید' میں ادبی متن کا تجزیہ استعمار کار اور استعمار زدہ ادیب کے درمیان صرف 'مزاحمتی رجحانات' کو مرکز میں رکھا جاتا ہے۔ یورپی نو آبادیاتی نظام، جس نے ثقافتی طور پر نو آبادیات کو متاثر کیا۔ نو آبادکار کے حوالے سے مقامی باشندوں میں سے تین گروہ سامنے آئے۔ مزاحمت کار(Zealotes)، معاون کار(Harodiants) اور تیسرا گروہ ان کے بین تھا جسے 'مفاہمت کار' کہہ سکتے ہیں۔ ایک چوتھا گروہ جو تقریباً ہر گروہ کی نمائندگی کرتا ہے یا مشترک رویہ کا حامل ہے اسے بھابھا نے "دوجذبیت" کے نام سے پیش کیا ہے۔ ان مرعوبی، مزاحمتی، مفاہمتی، حمایتی، دوجذبی رویوں کا اظہار ادب میں کیا گیا ہے۔ مابعد نو آبادیاتی مطالعہ ہندوستانی مصنفین کے ادبی متون کی قرات سے مذکورہ رویوں کی شناخت، دریافت اور تجزیانے کا عمل ہے۔ نو آبادیاتی عہد میں جس مقامی دانشور، ادیب، فرد نے استعمار مخالف جذبات کا اظہار کیا اسے 'باغی' قرار دیا یعنی اس رویے کے لیے 'بغاوت' کا لفظ استعمال ہوا۔ اس کے بعد اس کے لیے مزاحمتی اور مابعد نو آبادیاتی

مطالعات میں اسے 'ردِ نو آبادیاتی رویہ / مابعد نو آبادیاتی فکر' کی اصطلاحوں سے پہچانا جاتا ہے۔ چوں کہ نو آبادیاتی عہد میں غالب اور مغلوب، حاکم و محکوم، آقا اور غلام کا رشتہ استعمار کار اور مقامی میں ہوتا ہے اس لیے مقامی غالب، حاکم ثقافت (استعماری کلچر) کو جذب کرنے کی کوشش کرتا ہے، انجذاب کا یہ عمل 'نقل' کے زمرے میں آتا ہے۔

ناصر عباس نیر ان رویوں سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں:

> کیا نو آبادیاتی صورت حال میں انجذاب، بغاوت اور آفاقیت کی اصل روح تک رسائی کا امکان ہوتا ہے؟ کیا نو آبادیاتی باشندہ ایک حقیقی یورپی / مغربی فرد بن سکتا، اپنی اصل ثقافت کے مکمل احیا پر قادر ہو سکتا اور دو مختلف اور متبائن ثقافتی نظاموں کے امتزاج کو ممکن بنا سکتا ہے؟ جب تک نو آبادیاتی صورت حال رہتی ہے نو آبادیاتی باشندہ اس کے جبر میں ہوتا ہے وہ مذکورہ سوال کا سامنا ہی نہیں کرتا، وہ نہیں سوچتا کہ کیا کامل انجذاب، مکمل بغاوت یا مقامی آفاقیت ممکن ہے یا نہیں۔ وہ تو صورت حال کے دستیاب مواقع میں سے کسی کو اختیار کر لیتا ہے۔ یہ سوال ہمیشہ مابعد نو آبادیاتی مطالعات میں اٹھایا جاتا ہے۔ فرانتز فنین اور البرٹ میمی نے بالخصوص یہ سوال اٹھایا ہے اور ان کا موقف ہے کہ ان تینوں میں سے کوئی ایک بات بھی ممکن نہیں۔۔۔
>
> نو آبادیاتی باشندہ، نو آباد کار کا اثبات اور اپنی نفی کرتا ہے۔ اثبات و نفی کے اس عمل سے گزرتے ہوئے وہ یہ غور نہیں کرتا کہ نہ تو کامل اثبات ممکن ہے نہ نفی۔ وہ آباد کار جیسا اس لیے نہیں بن سکتا کہ وہ اپنی نو آبادیاتی حیثیت (جو

اصل میں محکومیت، پس ماندگی، ذلت سے
عبارت ہے) سے دست کش نہیں ہو سکتا۔۔۔
(5)

مابعد نو آبادیاتی مطالعات میں مذکورہ رویوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ مابعد نو آبادیاتی مطالعہ نو آبادیاتی باشندہ میں مفاہمت کے اسباب، مزاحمت کی وجوہات اور دو جذبیت کے نفسیاتی محرکات تلاش کرتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ مفاہمت اور انجذاب میں فرق ہے، مفاہمت اور مرعوبیت میں فرق ہے، نیز معاونت اور قبولیت میں فرق ہے۔ نو آبادیاتی عہد میں مزاحمتی / بغاوتی رویہ بھی موجو تھا۔ اس لیے مزاحمت اور استعماری کے منفی اثرات کا ذکر بھی واضح فرق رکھتا ہے۔ اردو ادب کو دیکھیں تو نو آبادیاتی عہد میں استعماریت کے منفی اثرات کا ذکر مل جاتا ہے۔ تاہم اسے مزاحمتی رجحان نہیں کیا جاسکتا۔ پھر ایک موقع پر مفاہمتی اور مرعوبی رویہ ظاہر ہو گیا تو اسی ادیب کے ہاں نو آبادیاتی اثرات کا ذکر بھی ظاہر ہو گیا۔ اس ساری صورت حال کا تجزیہ، مابعد نو آبادیاتی تنقید کا خاصا ہے۔ اُردو ادب ان رویوں سے الگ نہیں ہے۔ ادب کے مطالعہ سے واضح کرنا کہ آیا کس ادیب نے کونسا رویہ اختیار کیا۔ اس کے محرکات، اسباب اور وجوہات کا داخلی خارجی شواہد کی بنیاد پر کئی حوالوں (ادبی و غیر ادبی متون دونوں) سے مطالعہ کر کے اس کی اصل منشا و انشا کو منظر عام پر لانا مابعد نو آبادیاتی تنقید کا تقاضا ہے۔ یہ دو تہذیبوں، دو ثقافتوں اور دو شناختوں (جن میں ایک غالب دوسری مغلوب) کے درمیان پائی جانے والی مفاہمت، انجذاب، معاونت، مرعوبیت، مزاحمت اور دو جذبیت کا مطالعہ ہے۔ پھر یہ کہ نو آبادیاتی عہد میں چوں کہ اظہار کے لیے ادیب مختلف اسالیب و اختیار کرتا ہے۔ اسلوب کی رمزیہ جہت سے اس کے رویے رجحان کا جائزہ عمیق مطالعہ اور تنقیدی شعور سے ہی ممکن ہے۔ بعض اوقات متن میں موضوع اشارے کنایے میں پیش کیا جاتا ہے۔ مابعد نو آبادیاتی نقاد کو اس کی شناخت کر کے مصنف کی اصل منشا و انشا تک جانے کی رسائی حاصل کرنا ہوتی ہے۔ ادبی متون سے استعمار مخالف رجحانات کی شناخت کے حوالے سے ڈاکٹر علمدار حسین بخاری لکھتے ہیں:

یورپی نو آبادیات سے آزاد معاشروں کی تاریخ و
ثقافت، روایات علم و ادب ، سماجی شناخت،
سیاست و طرز سیاست اور انفرادی و اجتماعی

نفسیات کا مطالعہ و تجزیہ مخصوص طرز فکر اور طریق ہائے کار کے ذریعے کیے جانے لگا جس کا مقصد یہ تخمینہ لگانا تھا کہ نظام نو آبادیات کی مخصوص تاریخی حقیقت کے زیر یہ معاشرے اور ان میں بسنے والے انفرادی اور اجتماعی طور پر کسی قدر مسحور و مفتوح ہوئے اور انھوں نے کہاں کہاں اور کس انداز سے استعماری اثر و نفوذ کے خلاف حرکی یا انفعالی مزاحمت کی۔ اپنا یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے پس نو آبادیت پسند(Post Colonialist)نے اپنے مطالعات کا بنیادی ہدف نو آبادیاتی کلام(Colonial Discourses)اور اس دور میں تشکیل پذیر متون(Texts)کو بنایا۔۔(6)

نو آبادیاتی عہد میں جو مزاحمتی ادب تخلیق ہوا۔ اس کی نوعیت مابعد نو آبادیاتی عہد میں تخلیق کردہ ادب کی مزاحمتی جہت سے مختلف ہے۔ نو آبادیاتی عہد میں مزاحمتی رویہ طنزیہ مزاحیہ اسلوب میں (اکبر کی شاعری) میں ظاہر ہوا۔ مغربی ثقافت کی مضحکہ خیز نقل اور مقامی ثقافت سے دوری نے اکبر کے ہاں 'نقال گروہ' کی خلاف طنزیہ اسلوب اپنایا۔ وہ مغربی تہذیب کے منفی اثرات سے آگاہ تھے۔ وہ مقامی ثقافت کی اصل روح سے واقف تھے۔ وہ مغربی ثقافتی تقلید کو ہندوستانیوں کے لیے مفید نہیں سمجھتے تھے۔ اس لیے آج مابعد نو آبادیاتی عہد میں "ردِ نو آبادیاتی اور مابعد نو آبادیاتی نظریہ ادب یا رویہ اس امر کی جانب ہماری توجہ منعطف کراتا ہے کہ مغرب نے تیسری دنیا کے روشن تہذیبی بنیادوں پر کیوں کر خاک ڈالنے کی کوشش کی۔ ان کی تہذیب، ثقافت، مذہب اور اساطیر دُنیا کو کیوں کر جادو ٹونا اور توہمات کی علامت قرار دیا گیا۔۔"(7)

نو آباد کار نے تہذیبی ورثوں خصوصاً ادب پر جو خاک ڈالی تھی۔ مقامی باشندوں (ناقدین) نے نو آبادیاتی ذہنیت '(نو آبادیاتی شعریات) کو قبول کرتے ہوئے ادبی ورثے کا جائزہ لیا، پھر آزاد اور حالی کو کلاسیکی ادب جھوٹ، لغو اور مبالغے سے لبریز نظر آیا، یہ مشرقی

شعریات میں قابل گرفت نہیں لیکن مغربی شعریات(جو نو آبادیاتی آئیڈیالوجی کے ساتھ جہاں فروغ پائی) میں جھوٹ، مبالغے اور لغو قابل گرفت ٹھہرا کہ اس سے آدمی کا اخلاق بد ہوتا ہے۔ تخیل پر عقل کی گرفت مضبوط ہونے لگے اور ایسی شاعری کی حمایت کی گئی جو مقتضائے حال(نیچر) کے مطابق ہو۔ غزل پر اعتراضات ہونے لگے۔ مشرقی ادب، مغرب کی ایک لائبریری کی ایک شیلف کے برابر بھی نہ وقعت کا حامل ٹھہرا۔ غزل نیم وحشی صنف سخن محسوس ہوئی کہ اس کی گردن بے تکلف اڑا دینی چاہیے۔ محبوب بے عملی کا شکار نظر آنے لگا اور ہجر ووصل کی کیفیت بے مزہ ہو گئی۔ ہندوستانی ادب خصوصاً کالی داس کے ڈرامے کی دریافت ہوئی مگر غیر اخلاقی کہہ کر اسے شاملِ نصاب نہیں کیا گیا۔ فارسی ادب سے نفرت دلا کر نصاب میں رومیؒ، حافظؒ، سعدیؒ اور فردوسیؒ کی جگہ شیکسپیئرؔ، ملٹنؔ اور شیلےؔ کو لایا گیا۔ یورپی خیالات کی اس ترویج نے ہندوستانیوں کو اپنے ادب، متون اور تہذیبی مزاج سے دور کر دیا۔ مابعد نو آبادیاتی مطالعہ کرنے سے:

> ہمیں یہ بھی احساس ہوا ہم نے اپنی داستانوں اور مثنویوں کو ایک غلط تناظر میں دیکھنے کی کوشش کی ہے، ہم نے انھیں سطحی رومانیت سے تعبیر کر کے اپنی ثقافتی جڑوں سے لاعلمی کا کھلا اظہار کیا ہے لیکن جب کلیم احمد، گوپی چند نارنگ(مثنوی) یا شمس الرحمٰن فاروقی(داستان) ان کے بارے میں نئی روشنی بہم پہنچاتے تو پھر ہمیں رائیں بدلنی پڑتی ہیں اور ہمیں احساس ہوتا ہے کہ ہماری زندگی کی دھڑکنیں تو داستانوں اور مثنویوں میں خوب سنائی دیتی ہیں اور یہ بھی کہ اساطیر، لوک قصے، کہانیاں، لوک گیت یہ سب تو ہمارا ثقافتی ورثہ ہیں تو پھر ہم انھیں بھول کیوں گئے یا ان پر نگاہ تو ڈالی لیکن اس طرح کہ وہ ایک نگہ جو بظاہر نگاہ سے کم ہے۔(8)

پسِ نو آبادیاتی مطالعات، نو آبادیاتی آئیڈیالوجی اور جبر کے تحت وجود میں آنے والی تنقید، جس نے ادب کا مطالعہ مقامی شعریات کے بجائے بدیسی شعریات کے مطابق کیا، اس کا بطلان کرتے ہیں اور اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ جس ثقافت، ماحول، سماج میں کوئی ادب تخلیق ہوتا ہے اسے پڑھنے، سمجھنے، پرکھنے، جانچنے اور اس کا معیار متعین (تعین قدر) کے لیے اسی تناظر کو مدِ نظر رکھنا چاہیے جس تناظر میں وہ تخلیق ہوا۔ اُردو ادب کو نو آبادیاتی عہد یا مابعد نو آبادیاتی عہد میں مغربی تنقیدی معیارات پر پڑھنا، پرکھنا اور اس کا تعین کرنا انصاف نہیں۔ اُردو ادب کی تفہیم، تعبیر، تجزیہ اور تعین قدر کے لیے نو آبادیاتی شعریات کے بجائے مشرقی شعریات کو مدِ نظر رکھنا چاہیے، تبھی اس کی قدر شناسی سے انصاف ہو گا۔ قاضی افضال حسین اس جانب اشارہ کرتے ہوئے سوال اٹھاتے ہیں:

> اپنے اس مقصد کے حصول کے لیے استعمار نے پہلے ہماری ساری اصناف (غزل، قصیدہ، مثنوی، داستان) کے عیوب ہم پر منکشف کیے اور انھیں رد کیا اور پھر اپنے نوع کی نظموں، ناولوں اور ڈراموں کے فضائل کی تشہیر کی جو ان کے نزدیک اُن تمام عیوب سے پاک تھیں، جن کے سبب ان کے خیال میں ہندوستانی اقوام تہذیب و ترقی سے محروم رہ گئی تھیں۔ لیکن ذرا سا غور سے دیکھیے کہ ہماری کلاسیکی شعری اصناف کے امتیازات کو عیوب بتا کر رد کرتے ہوئے استعمار نے ہمیں علمی، فکری اور تہذیبی اعتبار سے کس درجہ پسپا کر دیا۔ اپنی تاریخ، حافظے اور روایت سے منقطع ہو کر ہم پہلے سے زیادہ نادار اور مفلس ہو گئے۔ ہم نے اس وقت اس پر خود بھی قابو نہ کیا کہ کیا کوئی قوم اپنی تاریخ سے منقطع ہو کر بھی ''ترقی'' کر سکتی ہے؟ کیا وہ قوم بھی مہذب کہی جا سکتی ہے جس کا حافظہ محو ہو گیا ہو؟(9)

اس سوال کا جواب محمد حسن عسکری نے بہت پہلے ان الفاظ میں دیا کہ ہر تہذیب کو حق حاصل ہے کہ اپنی تہذیبی اقدار کے مطابق اپنے فن اور اس کی پرکھ کے معیار قائم کرے۔ عسکری کے بعد کلاسیکی اردو ادب کی طرف متوجہ ہو کر عملی مطالعات کرنے والوں میں شمس الرحمٰن فاروقی (داستان، غزل)، گوپی چند نارنگ (مثنوی، نظم، غزل) اور ڈاکٹر ناصر عباس نیر (کلاسیکی اور جدید ادب کے پسِ نو آبادیاتی مطالعات) قابلِ ذکر ہیں۔

اُردو کی کلاسیکی شعریات کو نظر انداز کر کے مغربی شعریات کو رائج کرنے اور اس کو معیار نقد بنانے سے جو نقصان ہوا اس ضمن میں تفصیلی گفتگو اور تجزیہ ڈاکٹر ناصر عباس نیر نے اپنے مضمون ”تذکروں کے نو آبادیاتی بیانیے“(10) اور شمس الرحمٰن فاروقی نے اپنے مضمون ”نو آبادیاتی شعریات اور ہم“(11) میں کیا ہے۔ فاروقی نے مذکورہ مضمون میں لکھا ہے کہ تہذیب کی دُنیا میں اقتدار حاصل کرنے کا سب سے بڑا ہتھیار انگریزوں کے ہاتھ میں یہ تھا کہ وہ ہمیں سکھائیں کہ ہماری شاعری 'سچ'، 'حقیقت' اور 'تعلیم' جیسی خوبیوں سے عاری ہے۔ سو ہمارے ادبی معاشرے اور شعریات میں ان کا وجود انگریزی کا نو آبادیاتی نظام فکر ہے۔ ”نظام فکر“ کے معنی ہیں نظامِ اقدار، نظامِ تعلیم، نظامِ حکومت اور انگریزوں سے مرعوب ہونے کی وہ ذہنی فضا جو ہماری تہذیب میں انگریزوں کی آوردہ ہے۔ اسی ذہنی مرعوبیت کے باعث حالیؔ اُردو کلاسیکی شاعری کو ”ناپاک دفتر“ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ نو آبادیاتی جبر تھا جس نے کلاسیکی شعریات میں شعر میں جھوٹ کی خوبی کو 'خامی' بنادیا۔ فاروقی کے مطابق مغربی شعریات اکیلی کلاسیکی اردو ادب سمجھنے میں معاون نہیں۔ ان کے مطابق مغربی شعریات کی روشنی میں جو نتائج ہم نکالیں گے وہ غلط، گمراہ کن اور بے انصافی پر مبنی ہوں گے۔(12)

مابعد نو آبادیاتی مطالعہ، اُردو کے اس تنقیدی سرمایے کا جائزہ لیتا ہے جو مغربی فکر کی زد میں رہ کر مشرقی ادب کو پرکھنے میں مصروف اور تعینِ قدر گمراہ کن ثابت ہوا۔ گویا پس نو آبادیاتی فکر کے مطابق اردو کے کلاسیکی و جدید ادب کا مطالعہ از سرِ نو کرنا ہو گا تا کہ اول تو تہذیبی تشخص کی بازیافت کر سکیں، دوم کلاسیکی ادب سے مقامیت کی دریافت ممکن ہو، سوم کلاسیکی ادب کی جمالیات سے واقف ہو کر اپنے ثقافتی مظاہر سے واقفیت حاصل کر سکیں۔ نیز اس نفسیاتی بحران سے نکل سکیں جس میں نو آبادیاتی آئیڈیالوجی، نو آبادیاتی شعریات اور نو آبادیاتی نظام فکر نے ہمیں مبتلا کر رکھا ہے۔ اپنے ادب، روایات، اقدار اور مقامیت سے متعلق ہم جس تشکیک میں پڑے ہوئے ہیں اس سے مابعد نو آبادیاتی مطالعہ ہی ہمیں نجات دلا سکتا ہے۔

انگریزوں کے ثقافتی و لسانی غلبہ نے ہمیں آج تک نفسیاتی غلامی میں رکھا ہوا ہے۔ ''ردِ نو آبادیات'' محض نو آبادیات سیاسی و انتظامی آزادی نہیں بلکہ اس سے 'ثقافتی آزادی' مراد ہے جو حقیقی آزادی ہے۔ انگریزوں کے بنائے مفروضوں کا رد اسی صورت عملی طور پر ہو گا جب ہم ان مفروضوں کو 'سیاسی' سمجھیں گے۔ ان میں چھپے استعماری عزائم کی شناخت کریں گے۔ ردِ نو آبادیات میں پہلا مرحلہ 'انفرادی' ہے یعنی اپنی ذات کی بازیافت و شناخت، دوسرا مرحلہ ' ثقافتی بازیافت 'یعنی اپنی مقامیت کی طرف لوٹنا(لباس، زبان، بود و باش، نظامِ فکر)۔ ان دو مراحل کی کامیابی کے بعد تیسرا مرحلہ دراصل مذکورہ دو کی بنیاد پر ہے یعنی 'مشرق کی بازیافت' ۔ ادبی متون کے ثقافتی مطالعات، مقامی ثقافتی بازیافت کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ مقامی ثقافت کی طرف رجوع اور اس کی جمالیات سے لطف اندوزی کا عمل 'ردِ نو آبادیات' کا ابتدائی رجحان ہے۔ اور ایسا مابعد نو آبادیاتی فکر سے ہی ممکن ہے۔

مابعد نو آبادیاتی تنقید میں نقاد متن کا ثقافتی مطالعہ کرتا ہے۔ دیکھتا ہے نو آبادیاتی عہد اور مابعد نو آبادیاتی کے ادیب نے ثقافت کو کس زاویے سے پیش کیا ہے۔ کیا وہ اپنی ثقافت، ثقافتی رسوم، اقدار، طرزِ احساس کو غالب ثقافت سے کم تر تو نہیں دیکھ رہا۔ اور اگر اس نے مقامی ثقافت کی بالا دستی، احیا، بازیافت چاہی ہے تو اس کے لیے اس نے کونسا راستہ اپنایا ہے؟ کیا وہ استعماری تہذیب و تمدن سے مرعوب تو نہیں، اگر نہیں تو مقامی ثقافت کو کس حد تک اہمیت دے رہا ہے۔ کس ثقافت کو ادبی متن میں زیادہ جگہ دے رہا ہے۔ استعمار کار نے کن ہتھکنڈوں سے ثقافتی بالا دستی حاصل کی ہے، ادبی متن کا تجزیہ کرنا کہ کردار کس قدر استعمار کی ثقافت، طرزِ احساس، بود و باش سے اثر قبول کرتا ہے، اپناتا ہے یا رد کرنے کی کتنی صلاحیت کا حامل ہے۔ آیا کردار ثقافتی حافظے کی گم شدگی میں تو نہیں مبتلا، وہ اپنی مقامیت سے کتنا جڑا ہے اور اگر مقامیت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو اس کے سیاسی و نفسیاتی محرکات کیا ہیں؟ غالب ثقافت کیوں نقل کی جاتی ہے؟ نقل کے مضمرات کیا ہیں کیا کوئی ثقافت مکمل جذب ہو سکتی ہے؟ نو آبادیاتی عہد میں 'آفاقی ثقافت' کے دعویٰ کے مطابق کیا کوئی ایسی ثقافت ہے جو تمام اقوام عالم کے لیے آفاقی حیثیت کی حامل ہے، ثقافتی اشتراکات و افتراکات کی نوعیت کیا ہوتی ہے۔ ان تمام سوالوں کا جواب مابعد نو آبادیاتی نقاد ادبی متن کا مطالعہ / تجزیہ کر کے پیش کرتا ہے۔ مابعد نو آبادیاتی تنقید، ادبی متن میں سے کرداروں کی طبقاتی کش مکش کا جائزہ لے گی۔ کالونیل جاگیر دار اور دیہاتی، کالونیل سرمایہ دار اور عام شہری میں کونسا فرق رکھا گیا ہے، اس سوال کا جواب تلاش کرے گی۔

مابعد نو آبادیاتی نقاد کسی قوم، ملک پر نیز قوم ملک کے جبر تسلط، استعماریت حکمرانی اور غلبے کا جائزہ ادبی متن سے لے گا۔ یہاں پہنچ کر وہ مقامی دانشور اور مصنفین (ادیبوں) کی ادبی حیثیت، ان کی فکر، موقف اور اس عہد میں ان کی سماجی و سیاسی حیثیت کا مطالعہ اور تعین کرتا ہے۔ چوں کہ نو آبادیاتی عہد ایک طرح سے آشوب کی حالت میں ہوتا ہے کوئی واضح، شفاف راستہ مقامی کو نظر نہیں آتا۔ اس صورت میں اس کی سوچ اور ذہنیت بھی 'دو و جذبی رجحان' کی زد میں آجاتی ہے۔ اس کی تحروں میں کبھی کوئی بیان، نظریہ اور تصور بھرتا ہے تو کبھی کوئی۔ یعنی صورت حال، حالات کے بدلنے سے اس کی سوچ، فکر، نظریہ، تصور بھی بدل جاتا ہے۔ چوں کہ اس عہد میں نو آبادیاتی عمل داری میں ترقیاتی اصلاحات یعنی بظاہر ہو رہی ہوتی ہیں اور پس پردہ نو آبادیاتی مقاصد (سیاسی و معاشی) بھی کام کر رہے ہوتے ہیں لہٰذا دونوں اچھے برے، فائدہ نقصان اور مثبت منفی اثرات سے نو آبادیاتی ادیب بچ نہیں سکتا۔ پس مابعد نو آبادیاتی نقاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ نو آبادیاتی عہد کے مقامی مصنف کی 'ادبی حیثیت' کی شناخت اور تعین میں اس کی جملہ تحریروں کو مدِ نظر رکھے ورنہ اس ادیب کی 'ادبی حیثیت' یک رُخی، اکہری اور سطحی انداز میں سامنے آئے گی:

> فرانتز فینن نے ''افتادگانِ خاک'' میں مقامی ادیبوں کی تحریروں میں تین ادوار کی تلاش کی ہے۔ پہلے دور میں مقامی دانشور اس امر کا ثبوت دیتا ہے کہ اس نے قابض قوت کی تہذیب کو اپنے اندر سمو لیا ہے۔ اس کی تحریروں، نقطہ بہ نقطہ قابض ملک کے ادیبوں کی تحریروں کے مطابق ہوتی ہیں۔ اس کا تخلیقی محرک یورپ ہے اور ہم اس کی تحریروں کو بہ آسانی قابض ملک کے مخصوص رجحانات سے منسلک کر سکتے ہیں۔ یہ دور غیر مشروط انجذاب کا دور ہوتا ہے۔۔۔ دوسرے دور میں مقامی دانشور پریشان نظر آتا ہے وہ یہ یاد کرنے کا فیصلہ کرتا ہے کہ وہ کیا ہے۔۔۔ اکثر اوقات یہ مشکل اور مایوسی کے دور کا اظہار ہوتا ہے اور موت اور شکست کے

> تجربات کا مظہر۔۔۔ بالآخر تیسرے دور میں ،
> جسے جد و جہد کا دور بھی کہا جاتا ہے۔ خود کو
> لوگوں میں اور لوگوں کے ساتھ گم کرنے کی
> کوشش کے بعد ، اب مقامی باشندہ انہیں
> متحرک کرتا ہے۔بجائے اس کے کہ وہ اپنی نظر
> میں عوام کی کاہلی کا ایک باعزت مقام دے،
> اب وہ انہیں بیدار کرنے والا بن جاتا ہے اور
> اس طرح ایک جنگجو، انقلابی ادب اور قومی ادب
> کی تشکیل ہوتی ہے۔(13)

غور کریں تو پہلا دور انجذاب (مرعوبیت) کا ہوتا ہے، دوسرے دور میں شعور اجاگر ہوتا (نو آبادیاتی آئیڈیالوجی اور نو آبادیاتی عزائم سے پردہ اٹھتا ہے)، تیسرا دور بغاوت (قومی، سیاسی شعور) کا ہوتا ہے۔ تاہم یہ بات ضروری نہیں کہ انجذاب، شعور اور بغاوت تینوں الگ الگ ہوتے ہیں یہ ایک وقت میں بھی ممکن ہیں لیکن اجتماعی صورت حال کچھ ایسی ہی ہوتی ہے۔ فینن نے دوسرا دور مقامی کے لیے مایوسی، احساس شکست اور مشکل کا قرار دیا ہے۔ اس لیے کہ اس صورت میں مقامی پر نو آبادیاتی سیاسی، معاشی اور استعماری عزائم واضح ہوتے ہیں جب وہ اپنے وجود کو بیگانگت میں مبتلا پاتا ہے۔ یہ موت اور شکست کے تجربات کا احساس اسے استعمار مخالف شعور کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔

پہلا دور جس مرعوبیت اور انجذاب کا ہو گا اس کے بارے میں مقامی دانشور کی تحریروں سے دیکھا جائے گا کہ استعمار سے وابستگی کس حد تک ہے۔ اس کی سیاسی و سماجی حیثیت کا جائزہ لینا، دیگر مقامیوں پر اثرات، اگر وہ مفاہمتی رویہ اپنا رہا ہے استعمار کار سے تو کیا مفاہمت استعماری عمل داری کم ہو رہی ہے یا زیادہ، اگر مفاہمت میں نقصان ہے تو یہ مقامی دانشور کیوں نہ سمجھ سکا، مفاہمتی گروہ کے ذاتی مفاد تو نہیں۔ ان سب حوالوں کا جواب مابعد نو آبادیاتی نقاد ادبی متن کا تجزیہ کر کے دے گا۔ ادبی متن سے مزاحمت / بغاوت کی نوعیت دیکھنا، مزاحمت کی اقسام کا مطالعہ، بغاوتی رویے کا نفسیاتی تجزیہ، سماجی مطالعہ، مزاحمت کار گروپ کی سیاسی و سماجی حیثیت، ان کے دیگر مقامیوں اور استعمار کار پر اثرات کا جائزہ، بغاوت / مزاحمت کار گروہ کی کامیابی و ناکامی کا تجزیہ کرداروں کی داخلی، خارجی استعماریت / کالونیل ڈھانچہ سے بغاوت کا مطالعہ مابعد نو آبادیاتی نقاد سنجیدگی سے کرے گا۔ تیسرا گروہ معاون کار ہے۔ ادبی

متن سے معاون کار گروہ کے حوالے سے تمام سوالوں کے جواب تلاش کیے جائیں گے۔مابعد نو آبادیاتی مطالعات میں بالخصوص معاون کار گروہ کی تحریروں پر توجہ دی جاتی ہے۔کالونیل آئیڈیالوجی، عزائم اور منشا کس طرح معاون کار مقامی ادیبوں کی تحریروں سے ظاہر ہو گی، اس کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کیا جائے گا۔ ہندوستان کے تناظر میں معاون کار مقامی ادیب کی تحریروں کا مطالعہ ان کی اصل شناخت کرنے کے لیے ضروری ہے۔

ناصر عباس نیر کے الفاظ میں:

> مابعد نو آبایاتی تنقید جہاں ہندوستان سے متعلق یورپی علم کا جائزہ لیتی ہے ، وہاں مقامی لکھنے والوں کی 'پوزیشن' یا موقف کا محاکمہ بھی کرتی ہے۔ چوں کہ اس محاکمے کے نتیجے میں انیسویں اور بیسویں صدی کے کئی مشاہیر کا موقف بعض سنجیدہ سوالات کی زد میں آتا ہے، اس لیے ان لوگوں کو گراں گزرتا ہے جو ان مشاہیر کے لیے محض عقیدت کے جذبات رکھتے ہیں۔ سنجیدہ سوالات قائم کرنا، مشاہیر شکنی نہیں۔ بلکہ ان کی خدمات کا از سرِ نو جائزہ ہے۔ چوں کہ ان مشاہیر کی تحریریں اب تک ہمارے ذہنوں میں ہر ایک یا دوسرے انداز میں اثر انداز ہوتی ہیں۔اس لیے ان کا جائزہ خود اپنے ذہن کو سمجھنے کی کوشش بھی ہے جو ان تحریروں سے اب تک اثر قبول کرتا ہے۔
> (14)

مابعد نو آبادیاتی تنقید، ادیب سے تقاضا کرتی ہے کہ وہ اپنی تخلیق کے ذریعے 'مابعد نو آبادیاتی فکر' کو اجاگر کرے۔مابعد نو آبادیاتی فکر سے مراد مقامی بیانیہ کو وہ شناخت عطا کی جائے کہ جس سے یورپی مرکزیت لامرکزیت کا شکار ہو کر مقامی بیانیے کے برابر آکھڑی ہو۔ مابعد نو آبادیاتی آدمی کو باور کرانا کہ کوئی ثقافت بڑی چھوٹی، برتر کم تر نہیں ہوتی بلکہ ہر ثقافت

کی اپنی پہچان ہوتی ہے، مقامی باشندے کے ذہن پر جو پوری ثقافت (لباس، زبان، تعلیم، طرزِ معاشرت) کا جو بے معنی بھوت سوار ہوتا ہے اس کو اتارنا اور مقامی ثقافتی شناخت سے اسے مشخص کرنا مابعد نو آبادیاتی فکر ہے۔ مابعد نو آبادیاتی فکر اس بات کا تقاضا کرتی ہے جس طرح نو آباد کار نے مقامی باشندوں کی روایات، ثقافت، ادب اور زبان کا مطالعہ کرتے ہوئے اسے لا مرکزیت کا شکار کیا۔ اسی طرح مابعد نو آبادیات ادیب / دانشور اپنی ثقافت، ادب اور روایات و تاریخ کا مطالعہ کر کے اسے مرکزیت عطا کرے۔ استعمار کار کے ثقافتی غلبے کے رد میں اپنی مقامی ثقافتی بازیافت کی طرف رجوع کرے۔ غرض جو جو استعمار نے بیانئے وضع کیے، بالکل مقامی باشندہ استعمار کے حوالے سے اسی طرح کے بیانیے پیدا کرے، ہو سکے تو استعمار کار کا اصلی مکروہ اور سفاک چہرہ سامنے لے آئے۔

فرانتز فینن کے مطابق:

> نو آباد کار کا کام تو یہ ہے کہ وہ مقامی باشندے کو آزادی کا خواب بھی نہ دیکھنے دے۔ مقامی باشندے کا کام یہ ہے کہ وہ نو آباد کار کا تباہی کے لیے ہر ممکن اقدام کا تصور باندھے۔ منطقی سطح پر نو آباد کار کی مانویت دیسی باشندوں کی مانویت کو جنم دیتی ہے۔ مقامی باشندے کی 'سراپا برائی' کے تصور کا جواب 'نو آباد کار کی سراپا برائی' ہے۔(15)

فینن کی فکریات سے استعماری حکمت عملیوں کے رد اور ان کے متبادل جو رویہ ظاہر ہوتا ہے، وہ اپنی اصل میں ردِ استعماری رجحانات کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ فینن استعمار کے مقابلے میں ویسا ہی بیانیہ پیش کرنے کے داعی ہیں۔ فینن نے مقامی دانشور، مقامی شعور اور مقامی آدمی ایسے الفاظ استعمال کر کے 'مقامیت' کو بھی اجاگر کیا ہے۔ مابعد نو آبادیاتی نقاد مقامیت، مقامی طرزِ احساس اور مقامی رنگ اپنانے میں عوام میں اس بات کا ایسا شعور پیدا کرے کہ وہ فخر محسوس کرے، اس نفسیاتی بحران سے نکلے جو استعماری کلچر نے اس میں پیدا کیا تھا۔

مابعد نو آبادیاتی تنقید، اس خلا کی پہچان کرائے گی جو نو آبادیاتی عہد میں استعمار اور مقامی باشندے اور مابعد نو آبادیاتی عہد میں حکمران اور عوام کے درمیان پیدا ہوا اور موجود ہے۔ اول الذکر نو آبادکار (جس کی استعماری اور فاعلی حیثیت ہے) اور مقامی میں رشتے کی نوعیت اور آخر الذکر میں حکمران (جو استعماریت کی بدلی شکل میں عوام پر مسلط ہے) اور عوام کے درمیان رابطے، فاصلے کے حوالے مکالمہ قائم کرے گی۔ 'نو آبادیاتی نظام' میں استعمار کار اور استعمار زدہ میں ایک خاص رشتہ ہوتا ہے۔ اسے قائم کیا جاتا ہے، چوں کہ یہ قائم کیا جاتا ہے اس لیے اس کی حیثیت سیاسی ہوتی ہے۔ ہندوستان میں جب انگریز تاجر آئے تو انھوں نے مقامی ثقافت سے اثر قبول کیا، اسے رشک کی نگاہ سے دیکھا، مقامی عورتوں سے شادیاں کیں، یہاں تعلقات بڑھائے۔ مقامی ثقافت میں رچ بس گئے لیکن جب انھیں سیاسی تسلط قائم کرنے کی راہ ہموار محسوس ہوئی تو انھوں نے مقامی لوگوں سے الگ ہونے کی کوشش کی اور ان سے خاص فاصلہ رکھنا شروع کر دیا۔ نو آبادکار خود کو مہذب ظاہر کرتے ہیں جس کو مقامی قبول بھی کرتا ہے۔ اسی قبولیت میں استعماری نظام کے قیام کا راستہ کھل جاتا ہے۔ استعمار زدہ ذہن اس انتہا کو پہنچ جاتا ہے کہ وہ کسی طرح نو آبادکار کا وفادار ثابت ہو جائے اور ان جیسا بن جائے۔ ایک دوسرا رویہ مقامی اور استعمار میں سماجی بُعد کا ہے۔ اس کا اثر بھی مقامی باشندے پر ہوتا ہے۔ استعمار کے پیدا کردہ فاصلے کے نتیجے میں ڈاکٹر مبارک علی کے مطابق دو رجحان نمودار ہوتے ہیں:

> ہندوستان میں دو قسم کے رجحانات پیدا ہوئے۔ ایک تو یہ کہ انگریزوں سے دور رہا جائے اور ان سے سماجی تعلقات نہ رکھے جائیں کیوں کہ ان کی بے عزتی ہوتی ہے۔ دوسرا رجحان یہ تھا کہ انگریزی ثقافت اور ان کے طور طریق اور رسم و رواج کو اختیار کیا جائے تا کہ ان کی قربت مل جائے۔(16)

دوسرے رجحان کی طرف فرانتز فینن نے بھی اشارہ کیا ہے۔ اس کے مطابق مقامی باشندہ جس نگاہ سے نو آبادکار کو دیکھتا ہے وہ حرص اور حسد کی نگاہ ہوتی ہے۔ اس نگاہ میں اس کی ملکیت کے خواب ہوتے ہیں۔ ہر قسم کی ملکیت کے خواب۔ یعنی نو آبادکار کی میز پر کھانا کھانے

کے خواب، نو آباد کار کے بستر پر سونے کے خواب اور اگر ممکن ہو تو اس کی بیوی کے ساتھ ،مقامی باشندہ بہت حاسد ہو تا اور نو آباد کار اس حقیقت کو جانتا ہے۔''(17) نسلی برتری کے باعث مقامی باشندے سے فاصلہ رکھا جاتا ہے۔ مقامی کو اپنی کمزوریوں سے آشنا نہیں ہونے دیا جاتا اس سے گفتگو کی نوعیت رسمی ہوتی ہے۔ استعماری کلامیے اور اساطیری تصویر کے ذریعے جو تصور استعمار کار اور استعمار زدہ کا ابھر تا ہے۔ اس کے مطابق ان دونوں میں مہذب / غیر مہذب، عالم / جاہل، متمدن / غیر متمدن، انسان / جانور اور اس سے بڑھ کر ظالم اور مظلوم کا رشتہ ہو تا ہے۔ اول الذکر غالب ہے موخر الذکر مغلوب ہے۔ پہلے کی حیثیت استحصال کار / فاعلی اور دوسرے کی حیثیت استحصال زدہ / مفعولی ہوتی ہے۔ مقامی باشندے کی اوقات جانور کی طرح ہوتی ہے، بلکہ تشبیہ سے بڑھ کر استعارہ ہی جانور کا لیا جاتا ہے۔ اس کی واضح مثال برصغیر میں برٹش افسران کے دفاتر کے باہر یہ لکھا جاتا کہ ''کتوں اور ہندوستانیوں کا داخلہ منع ہے''۔ نو آبادیاتی نظام میں نو آباد کار کو تہذیبی و ثقافتی پس منظر میں اعلیٰ جب کہ نو آبادیاتی باشندہ کو پست ثابت کرنے کی ہر چند کوشش کی جاتی ہے۔ نسلی امتیاز / برتری کی بنیاد پر نو آباد کار اپنی تہذیب و ثقافت مقامی پر مسلط کرتا ہے۔ وہ اپنے نظریات و افکار کو پھیلانے کے لیے تمام اداروں (تعلیم، مذہب) کا سہارا لیتا ہے۔ مقامی باشندے کے لیے ضروری ہے کہ اس کو لعن طعن کیے رکھنا تا کہ وہ ہمیشہ احساسِ کمتری اور ذلت میں ہی رہے۔ اس کے کیے کام میں نقص نکالنا، تا کہ وہ خود یہ سمجھے کہ اس سے کام ہو ہی نہیں سکتا۔ اور اس قابل ہی نہیں کہ کوئی اچھا کام کر سکے۔ ان دونوں میں جو فرق کیا جاتا ہے وہ تقابل کی بنیاد پر کیا جاتا ہے جس میں استعمار کے ساتھ خوبیاں اور مقامی کے ساتھ خامیاں منسلک کر کے استعمار کو مقامی پر برتری دی جاتی ہے۔

ناصر عباس نیر اس کی وضاحت میں رقم طراز ہیں:

> استعمار کے حاوی اور غلبہ پسند بیانیے کئی طرح کے اضدادی جوڑے اور ان کی مدد سے درجہ بندیوں کا نظام تشکیل دیتے ہیں؛ جیسے تحریری متن بہ مقابلہ زبانی متن، عقلیت بہ مقابلہ تخیل پسندی، حقیقت نگاری بہ مقابلہ فنتاسی، حال بہ مقابلہ ماضی، تاریخ بہ مقابلہ اسطور، سائنسی بہ مقابلہ مذہب، سفید بہ مقابلہ سیاہ، مغرب بہ

مقابلہ مشرق۔ یہ بات تو صاف عیاں ہے کہ
درجہ بندیوں کے اس نظام میں پہلے رکن کو
دوسرے رکن پر فضلیت حاصل ہے۔(18)

فضلیت کا حامل گروہ چوں کہ نو آبادکار / استعمار کار ہوتا ہے، اس لیے اس کی نقل و تقلید کا جواز اس کی فضلیت و برتری میں ہی ظاہر کیا جاتا ہے۔ جب ایسا تصور اور رشتہ قائم ہو جائے تو نو آبادکار خود بخود اس اہل اور قابل ہو جاتا ہے کہ مقامی باشندہ کی اصلاح کر کے اسے مہذب بنائے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ اصلاح کی ذمہ داری مخصوص آئیڈیالوجی کے سوا کچھ نہیں۔

اس کے علاوہ مابعد نو آبادیات میں چند مباحث کا ذکر ہوتا ہے جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

کالونیل ڈسکورس کا مطالعہ

باقیات نو آبادیات: نشان دہی، نوعیت اور ان سے چھٹکارے کی تجاویز

نو آبادیاتی عہد اور بعد از نو آبادیاتی عہد کی تعلیمی، مذہبی، سیاسی، معاشی، تجارتی، تہذیبی و ثقافتی اور سماجی اصلاحات، حکمت عملیوں، تدبیروں اور ہتھکنڈوں کا مطالعہ

ماضی کی دریافت، احیا اور ثقافتی حافظے کی گم شدگی کی بازیافت

مستشرقین کی خدمات کا تنقیدی مطالعہ، جس کی ابتدا ایڈورڈ سعید سے شروع ہوئی۔ ان کا متبادل پیش کر کے اصل حقیقت سے آشنا کرنا

یورپی مرکزیت، تعارف، حقائق اور اس کا رد

نو آبادیاتی جدیدیت، یورپی جدیدیت اور اُردو ادب کی جدیدت کا تعارف، فرق، وضاحت اور تجزیہ

مخلوطیت، قوم پرستی اور جملہ ردِ استعماری رجحانات کا مطالعہ

نو آبادیاتی معاشروں اور مابعد نو آبادیاتی معاشروں میں فرد کی انفرادیت سے سماج کی اجتماعیت تک کا تجزیہ۔

مابعد نو آبادیاتی مطالعات میں نو آبادیاتی آدمی اور مابعد نو آبادیاتی آدمی میں فرق، اشتراک اور ان دونوں کے نفسیاتی رجحانات کا تجزیہ

ان مطالعات میں ادب کی سرپرستی کرنے والے کالونیل آقاؤں، ادیب کی حیثیت اور اس پر نو آبادیاتی بُعد کے اثرات کا بھی مطالعہ

عالمگیریت کے بنیادی تعقلات اور اس سے متعلقہ صورت حال کا جائزہ

نیا نو آبادیاتی نظام (New Imperialism) کے جملہ مباحث کا مطالعہ

مابعد نو آبادیاتی ادب، سوچ، فکر، رویہ، تنقید اور مطالعات ہمیشہ ایک استعمار مخالف، سامراج شکن اور نو آبادیاتی نظام کے خلاف ہوتے ہیں تو دوسری جانب مقامیوں میں جذبۂ آزادی پیدا کرنے اور مقامی تشخص کے بحال کرنے میں معاونت کرتے ہیں۔ مقامی تہذیبی و ثقافتی دریافت و بازیافت کے بعد اس سے محبت کرنے اور اس کی اہمیت کو باور کرانے میں معاون ہیں۔ پھر یہ سوال اپنی جگہ اہم ہے کہ مقامی پھر ان مطالعات کی اہمیت، ضرورت اور ان کے نتائج کو کس حد تک قبول کرتے ہیں؟

نو آبادیات اور مابعد نو آبادیات میں فرق ان کی الگ الگ آئیڈیالوجی، لوازمات، محرکات اور عمل داری میں مضمر ہے۔ ان کے وظائف کی شناخت کر کے ہی مابعد نو آبادیاتی مطالعات کی اہمیت اور جواز روشن ہوتا ہے۔ مابعد نو آبادیات اپنی اصل میں نو آبادیات، اس کے اثرات اور اس کی توجیہات کو جاننے، سمجھنے، ردِ تشکیل کرنے کا ایک فکری نظام ہے۔ نو آبادیات اور مابعد نو آبادیات میں فرق ہم یوں کر سکتے ہیں کہ "نو آبادیات جن خصوصیات کی حامل ہے۔ مابعد نو آبادیات ان کے مطالعے کا نام ہے۔ معاشی سیاسی اور ثقافتی میدانوں میں نو آبادیات بس تفاعل کا مظاہر کرتی ہے۔ مابعد نو آبادیات اُس کے پیچھے کار فرما سوچ اور مقاصد کو بے نقاب کرتی ہے۔ نو آبادیات اضدادی رشتوں کا جو اختلافی نظام قائم کرتی ہے۔ مابعد نو آبادیات اُن کو سمجھنے کی کوشش کرتی ہے۔ نو آبادیات علم اور اقتدار کے گٹھ جوڑ سے طاقت کی مختلف صورتوں کے نفاذ کا نام ہے جبکہ مابعد نو آبادیات طاقت کی ان صورتوں سے آگاہی اور مقامی دُنیا میں ان کے اثرات کا جائزہ لیتی ہے۔ فلسفیانہ سطح پر نو آبادیات طاقت کے واحد مرکز پر ایمان رکھتی ہے جبکہ مابعد نو آبادیات تکثیریت کی قائل ہے۔ نو آبادیات آئیڈیالوجی اور نظریات کی دُنیا ہے جبکہ مابعد نو آبادیات مقامیت، علاقائی اور امکانات کی دُنیا ہے۔ نو آبادیات مصنف کو متن پر حاوی قرار دیتی ہے اور مابعد نو آبادیات تناظر کو اہمیت دیتی ہے۔ نو آبادیات عقل اور حقیقت کا ماخذ محض حسی اور تجرباتی دُنیا کو قرار دیتی ہے جبکہ مابعد نو آبادیات حقیقت تک پہنچنے کے دیگر ذرائع (خواب، لاشعور وغیرہ) کو بھی اہمیت دیتی ہے۔ نو آبادیات ایسی صورت حال کا نام ہے جس میں برتر مغربی تہذیب کے بیانیے کو قبول کرتے ہوئے اپنی تہذیب سے منہ موڑ کر مغرب کو گلے لگا لیا جاتا ہے یا ردِ عمل میں اپنے قدیم اصل کے احیا کی کوشش کی جاتی ہے مگر مابعد نو آبادیات موجودہ صورت حال کے مطابق قدیم اصل کی بازیافت کے ذریعے متبادل تشکیل دیتی ہے۔ نو آبادیات مشرقی دُنیا کو مغربی معیاروں میں جانچنے کا نام

ہے۔ اس میں مشرق کی جانکاری مغرب کے علم سے حاصل کی جاتی ہے پھر اس آگاہی کے آئینے میں مغرب کا اعلیٰ و ارفع تصور قائم کیا جاتا ہے جبکہ مابعد نو آبادیات میں اس آگاہی کا پردہ چاک کرنے کے ساتھ ساتھ مشرق کو اپنے تصورِ کائنات کی روشنی میں جانچنے کی کوشش کی جاتی ہے۔"(19) گویا نو آبادیات میں جو رویے، رجحانات، اسالیب، صورتوں، مظاہر اور نوعتیں وضع ہوتیں یا منظر پر آئیں، ان کا جائزہ، مطالعہ، تجزیہ مابعد نو آبادیات ہے۔ مابعد نو آبادیات اپنی اصل میں سوچنے، سمجھنے اور تجزیات کا وہ فکری نظام ہے جو 'مابعد جدیدیت' کی کوکھ سے نکلا ہے۔ مابعد جدیدیت، لا مرکزیت، تکثیریت، کثرت معنی اور شناخت کی حامل نظریہ سازی ہے۔ مابعد نو آبادیات کے ڈانڈے مابعد جدیدیت سے جا ملتے ہیں، رؤف نیازی کے بقول:

> پوسٹ کولونیل ازم ایک وسیع موضوع ہے اس کے بے شمار سیاسی، سماجی اور معاشی جہات ہیں۔ اُس کا علمی ادبی تجزیہ وسیع مطالعے اور گہرے مشاہدے کا متقاضی ہے۔ یہ نسبتاً ادبی رجحان ہے۔ یہ ایک طرف مشرق اور مغرب کے تہذیبی تفاوت کی نشان دہی کرتا ہے تو دوسری طرف سرمایہ دارانہ ذہنیت کے ہتھ کنڈوں کو بے نقاب کرتا ہے۔ تاریخی بیانوں سے انکار کر کے یہ مابعد جدیدیت سے فکری طور پر قریب دکھائی دیتا ہے۔(20)

مابعد جدیدیت کے مطابق متن کثرت معنی کا حامل ہے، کسی نظریہ، تصور کو مرکزیت حاصل نہیں، مقامیت کی شناخت ہے جس پر کوئی دورائے نہیں۔ کوئی آفاقی تصور، چیز یا تہذیب نہیں۔ ہر تہذیب کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے تہذیبی مظاہر کا پرچار کرے۔ کوئی زبان کلی اجارہ نہیں رکھتی، ہر زبان ابلاغ کی مکمل طاقت کی حامل ہے۔ مذکورہ مابعد جدید فکری رجحانات مابعد نو آبادیاتی مطالعات کی بنیاد ہے۔

مابعد نو آبادیاتی ادبی تھیوری، ایڈورڈ سعید کی مشرق شناسی سے شروع ہوئی، سعید کے نظریات، جن کی اساس فوکو اور فینن کی تحریریں بنیں۔ آگے چل کر اس کی نظریہ سازی

میں البرٹ میمی نے استعمار کار اور مقامی باشندے کے رشتے کی نوعیت اور 'نفسیاتی تعلق' کی وضاحت کی۔ ہومی کے بھابھا نے نو آبادیاتی صورت حال سے مقامی باشندے میں پیدا ہونے والی استعمار اور اس کی تہذیب کی نقل(Mimicry)، مخلوطیت (Hybridity) اور دو جذبیت(Ambivalence) ایسی اصطلاحات کو وضع کر کے مابعد نو آبادیاتی مطالعات کی نظر یہ سازی کی۔ گائتری چکرورتی نے اپنے مطالعات میں طبقہ ءدلت، عورت اور مقامی باشندے کی حاشیاتی حیثیت کو اجاگر کیا۔ اُردو میں مابعد نو آبادیاتی مطالعات کو باقاعدہ اپنے تنقیدی نظام کا حصہ بنانے والے ناقدین میں ڈاکٹر ناصر عباس نیر سرِ فہرست ہیں جو اُردو میں مابعد نو آبادیاتی تنقید کے بنیاد گزار ہیں۔ انھوں نے کلاسیکی ادب، جدید ادب اور مابعد جدید ادب (غزل اور افسانہ) کو نو آبادیاتی سیاق میں دیکھ کر اجتہادی نوعیت کا کام کیا۔

حوالہ جات

ا۔ ناصر عباس نیر، مابعد نو آبادیات اُردو کے تناظر میں، (کراچی: آکسفرڈ یونی ورسٹی پریس، 2013ء)، ص۶۔

۲۔ قاضی افضال حسین، صبح کاذب، مشمولہ: دانش، شمارہ نمبر ۷ (علی گڑھ) علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، ۲۰۱۰۔۲۰۱۱ء، ص ۷۴۔

۳۔ شائستہ شریف، اُردو میں مابعد نو آبادیاتی مطالعات (ایک جائزہ)، مشمولہ: جرنل آف ریسرچ، جلد ۳۵، شمارہ ۲، (ملتان) شعبہ اردو بہاوالدین زکریا یونی ورسٹی، دسمبر ۲۰۱۹ء، ص ۳۔

۴۔ امتیاز عبدالقادر، پس نو آبادیات مشرق کی بازیافت کی تحریک، مشمولہ: اورینٹل کالج میگزین، جلد ۹۱، (لاہور) شعبہ اردو پنجاب یونی ورسٹی، ۲۰۱۶ء، ص ۲۶۔

۵۔ ناصر عباس نیر، ڈاکٹر، لسانیات اور تنقید، (اسلام آباد: پورب اکیڈمی، ۲۰۱۴ء)، ص ۳۰۔۳۱۔

۶۔ علمدار حسین بخاری، پروفیسر ڈاکٹر، جدید ادب کا سیاق ایک پس نو آبادیاتی مطالعہ، (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۱۹ء)، ص ۲۷۳۔

۷۔ مولا بخش، ڈاکٹر، جدید ادبی تھیوری اور گوپی چند نارنگ (علی گڑھ: ایجوکیشنل پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء)، ص ۱۹۸۔

۸۔ وہاب اشرفی، مابعد جدیدیت، مضمرات و ممکنات (اسلام آباد: پورب اکیڈمی، ۲۰۰۷ء)، ص ۷۴۴۔

۹۔ قاضی افضال حسین، صبح کاذب، ص ۵۶۔

۱۰۔ ناصر عباس نیر، ڈاکٹر، تذکروں کے نو آبادیاتی بیانیے، مشمولہ: قومی زبان، جلد ۸۱، شمارہ ۹، (کراچی) انجمن ترقی اردو، ستمبر ۲۰۰۹ء۔

۱۱۔ شمس الرحمٰن فاروقی، نو آبادیاتی شعریات اور ہم، مشمولہ: دانش، شمارہ ۷ (علی گڑھ) شعبہ اردو مسلم یونی ورسٹی، ۲۰۱۰۔۲۰۱۱ء۔

۱۲۔ شمس الرحمٰن فاروقی، شعر شور انگیز، جلد سوم (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان، ۲۰۰۸ء)، ص ۱۹۔

۱۳۔ فرانتز فینن، افتادگانِ خاک (لاہور: کتاب نما۔ س۔ن)، ص ۱۸۲،۱۸۱۔

۱۴. ناصر عباس نیر، تفہیم داغ کا تازہ بیانیہ، مشمولہ: داغ دہلوی مابعد نو آبادیاتی مطالعہ، از طارق ہاشمی، (فیصل آباد: مثال پبلی کیشنز، ۲۰۱۸ء) ص ۱۱۔

۱۵. فرانتز فینن، افتادگانِ خاک، ص ۵۷۔

۱۶. مبارک علی، ڈاکٹر، برطانوی راج ایک تجزیہ (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۱۲ء)، ص ۶۷۔

۱۷. فرانتز فینن، افتادگانِ خاک، ص ۳۱۔

۱۸. ناصر عباس نیر، اُردو ادب کی تشکیل جدید (کراچی: اوکسفرڈ یونی ورسٹی پریس، ۲۰۱۶ء) ص ژ۔

۱۹. شائستہ شریف، اُردو میں مابعد نو آبادیاتی مطالعہ ایک جائزہ، مشمولہ: جرنل آف ریسرچ، جلد ۳۵، شمارہ ۲ (ملتان) شعبہ اردو بہاوالدین زکریا یونی ورسٹی، دسمبر ۲۰۱۹ء، ص ۵۔

۲۰. رؤف نیازی، مابعد جدیدیت تاریخ و تنقید (کراچی: مطبوعات نیازیہ، ۲۰۰۳ء)، ص ۱۱۰۔